مفتی جعفر حسین مرحوم

ڈاکیہ آیا، اگست کا ''پیام'' لایا۔ ایک مضمون مولانا محمد اسحاق بھٹی کا تھا۔ عنوان تھا ''مفتی جعفر حسین''۔ یہ مضمون اسحاق بھٹی صاحب کی کتاب 'بزم ارجمندان' سے مقتبس تھا۔ بزم ارجمندان ہم نے پہلے بھی دیکھ رکھی تھی لیکن تکراری لذت کا اپنا ہی مزا ہے۔ لوگ صحافتی زبان میں اسے قند مکرر کا نام دیتے ہیں۔ بھٹی صاحب متعدل فکر، معتدل سوچ رکھنے والے عالم ہیں۔ قلم کے ساتھ ان کا رشتہ کافی مضبوط ہے۔ یہ رشتہ آج کا نہیں نصف صدی پرانا ہے۔ کئی کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔ مسلکاً اہل حدیث ہیں لیکن ذہن میں سختی اور تشنج نہیں۔ کھرے کو کھرا کہنے میں باک نہیں رکھتے۔ مجال نہیں کہ کھوٹے کو کھرا کہہ دیں لیکن کھوٹے کو کھوٹا کہنے کا سلیقہ ضرور رکھتے ہیں۔ اس معاملے میں حکمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

مفتی جعفر حسین کے بارے میں ان کا مضمون پڑھا تو ماضی کے مضراب پر ضرب لگی اور بہت سے خیالی ساز و آواز نے ذہن کی تاروں کو چھیڑ دیا۔ مفتی جعفر حسین کے حوالے سے یہ چند سطریں یاد ماضی کا حصہ ہیں۔ ۱۹۶۲ء یعنی ساٹھ کی دہائی کی بات ہے۔ میں ملکی فضا میں فرقہ واریت نے ارتعاش کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ تمام اکابر اس لگی کو بجھانے، ٹھنڈا کرنے کی فکر میں تھے۔ ہمارے استاد علامہ علاء الدین صدیقی پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ علوم اسلامیہ کے بانی صدر تھے۔ انہوں نے لاہور موچی دراز ہ میں تین روزہ سیرت النبی کانفرنس منعقد کرائی۔ جس میں شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث مکاتب فکر کے چوٹی کے علماء کو دعوت بیان دی گئی۔ مقصد اتحاد بین المسلمین کی فضا پیدا کرنا تھا۔

علامہ علاء الدین صدیقی مولانا احمد علی لاہوری کے شاگرد رشید اور راست فکر عالم تھے۔ ماضی میں بازار سیاست میں اپنی صلاحیتوں کا سکہ جما چکے تھے۔ تحریک پاکستان میں بھر پور حصہ لیا۔ مسلم لیگ کے راہ نما تھے۔ میاں ممتاز دولتانہ کے مقابلہ میں پنجاب مسلم لیگ کا الیکشن بھی لڑا۔ آپ بعد میں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنے۔ پھر اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان نے ان کو اسلامی نظریاتی کونسل کا سربراہ مقرر کیا۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے نقیب تھے۔

مذکورہ کانفرنس انہوں نے سلگتی پر پانی ڈالنے کے لیے منعقد کرائی۔ کانفرس بڑی بھر پور تھی۔ راقم نے مفتی جعفر حسین کو پہلی مرتبہ اس کانفرنس میں دیکھا اور ملاقات کی بھی کی۔ آپ انتہائی دھیمے انداز میں شستہ گفتگو کرتے تھے۔ کہنے کو گوجرانوالہ کے تھے لیکن اردو لہجہ میں لکھنوی انداز کا غلبہ تھا۔ ہم نے ان کو اہل زبان ہی خیال کیا۔ لیکن بھٹی صاحب کے مضمون سے معلوم ہوا کہ ان کا جم پل پنجابی زبان کے گڑھ گوجرانوالہ کا تھا۔ لیکن ان کی گفتگو میں گوجرانوالہ کی ٹکسالی زبان کا دور دور تک نشان نہ ملا۔ زبان کی چاشنی اسی جمال ہم نشین درمن اثر کرد کا نتیجہ تھی۔ آپ تحصیل علم کی غرض سے کافی عرصہ لکھنو میں رہے۔

ان کی تقریر سے قبل جناب آغا شورش کاشمیری کی تقریر تھی۔ آغا صاحب شہنشاہ خطابت تھے۔ تحریر وتقریر میں ان کا سکہ چلتا تھا ہفت روزہ چٹان کے ایڈیٹر تھے۔ تقریر کرتے تو مجمع باندھ دیتے۔ تقریر میں گھن گرج کے علاوہ برمحل اشعار سے تقریر کو مزین کرنا ان کا کمال تھا۔ نادر الفاظ اور تراکیب کے استعمال میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

الفاظ کی مالا ان کے گرد ہالہ کیے دست بستہ کھڑی ہے۔ان کی تقریر کے دوران پورے مجمع پر سناٹا طاری ہوگیا۔عموماً ان کی تقریر آخر میں ہوتی، کیونکہ لوگ ان کی تقریر کے بعد کسی اور مقرر کو سننا پسند ہی نہ کرتے۔اتفاق سے ان کی تقریر کے دوران ہلکی سی آندھی آئی اور شامیانے ہوا کے دباؤ سے اڑنے لگے۔

شورش مرحوم کی تقریر کے بعد سٹیج سے مفتی جعفر حسینؒ کا نام پکارا گیا لیکن مجمع ہل گیا۔لوگ جانے لگے۔مفتی صاحب مرحوم سٹیج پر آئے۔خطبہ مسنونہ اہل تشیع کے انداز میں پڑھا۔ لوگ کہاں ٹھہرتے۔مفتی صاحب نے پراعتماد انداز میں تقریر شروع کی۔کہنے لگے، ابھی میرے بھائی آغا شورش کاشمیری تقریر کر رہے تھے تو سائبان ہلنے لگے تھے۔میری باری آئی ہے تو صاحبان بھی ہلنے لگے۔بس اس ادبی جملے نے جادو کا اثر کیا۔لوگ جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔مفتی صاحب نے قریباً آدھا گھنٹہ تقریر کی۔سیرت کے حوالے سے انتہائی نادر نکات پیش کئے۔ان کی تقریر کے کچھ حصے اب تک ذہن میں محفوظ ہیں۔فرمانے لگے، اللہ نے دنیا سجائی تھی۔اپنے نائب آدمؑ کو پیدا کیا۔جنت میں بھیجا۔فرمایا یہ میری جنت ہے یہاں رہو مزے کرو۔جہاں چاہو گھومو پھرو۔بس ایک پابندی ہے۔اس درخت کے قریب نہ پھٹکنا۔شیطان آدم کا ازلی دشمن تھا۔اس نے ورغلایا اور ان کو ممنوعہ درخت کا پھل کھلا دیا، پھل نے تاثیر دکھلا دی۔جنت کا لباس فاخرہ تار تار ہوگیا۔اللہ نے فرمایا، تم جنت میں رہنے کی صلاحیت کو کھو بیٹھے ہو۔لہٰذا اب یہاں نہیں رہ سکتے، زمین پر جاؤ۔زمین پر آئے تو آدم کے بیٹے نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا۔ناحق خون سے زمین ناپاک ہوگئی۔خون کے چھینٹوں نے زمین گندی کر دی۔اللہ نے نوحؑ کو بھیجا۔جاؤ زمین کو دھو کر پاک کراؤ۔نوحؑ کے سیلاب نے زمین دھو کر صاف کر دیا۔زمین پاک ہوگئی۔پھر اللہ نے ابراہیمؑ کو زمین پر بھیجا۔زمین کو پھلواری گھاس کے ذریعے خوبصورت بناؤ۔

قلنا یا نار کونی بردًا وسلاماً علی ابراھیم

بس پھر کیا تھا، زمین گل وگلزار ہوگئی۔اب خطرہ تھا کوئی موذی کوئی دشمن گھاس اور باغیچہ میں چھپا نہ بیٹھا ہو کہ گزند پہنچائے۔اللہ نے موسیٰؑ کو بھیجا۔ایک ہاتھ میں ڈنڈا تھا دوسرے ہاتھ میں ٹارچ تھما دی۔تاکہ اچھی طرح کونے کھدرے میں دیکھیں کوئی چھپا نہ بیٹھا ہو۔ایک موذی فرعون پایا گیا۔موسیٰؑ نے مار بھگایا۔پھر رب نے عیسیٰؑ کو بھیجا کہ اچھی طرح جائزہ لیں اور واپس آکر خبر دیں کہ سب ٹھیک ہے۔یہ سارا اہتمام بس ایک شخصیت کی تشریف آوری کے لیے تھا۔طوفان نوح سے زمین کا پاک کروانا، زمین کو گل وگلزار بنانا۔موسیٰؑ کے ذریعے سارا جائزہ لینا، یہ سب اہتمام محمد ﷺ کی تشریف آوری کے لیے تھا۔جب سب بندوبست ہوگیا تو اللہ نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیج دیا۔ساتھ ہی قرآن بھی اتارا اور اعلان کر دیا، قرآن میرا آخری پیغام ہے۔محمد ﷺ میرا آخری نبی ہے۔قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں، محمد ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں۔

یہ تقریر جادو اثر ثابت ہوئی۔لوگ مبہوت دم بخود بیٹھے رہے۔اس کانفرنس کو منعقد کرانے والے، تقاریر کرنے والے سب کردار زمین بوس ہوگئے۔منوں مٹی کے نیچے جا چکے۔وہاں جا چکے جہاں سے کبھی کوئی واپس نہ آیا۔**اللھم اغفرلھم وارحمھم**